OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.11 Issue 12 December 2022

اجماع صحابہؓ کی حجیت اور اہمیت (کلامی و فقہی مسائل کی توثیق کے تناظر میں)

THE AUTHORITY OF THE CONSENSUS OF THE COMPANIONS (IN THE CONTEXT OF THE AUTHENTICATION OF THEOLOGICAL AND JURISPRUDENTIAL ISSUES)

Muhammad Abdur Rehman
Lecturer, Cadet College Choa Saidan Shah Chakwal.

Dr. Hafiz Abdul Basit Khan
Associate Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore..

Abstract: This article is targeted to present a brief research-based discussion of the theoretical and practical aspects of Ijma'. In Sunni theology, consensus (Ijma') is considered the third source of Islamic jurisprudence after the Qur'an and Sunnah. It is defined as the universal agreement of muslim scholars. The consensus of the companions of the Holy Prophet is placed at the highest rank among the types of consensus because they have been declared as the most pious and rightest people after the prophets. Their agreement on a sharia'h ruling is considered a source of law to an extent that it is placed in the position of a verse of the Holy Qur'an. Muslim jurists have authenticated a number of theological and jurisprudential issues with the ijma'. According to a large group of scholars and jurists, whoever denies the consensus of the Companions is a disbeliever, but the condition is that the issue on which the consensus has been reached must be definitely proven.

Key words: Islrudence; Consensus; Ijma; Companions; Sahaba

فقہ اسلامی جن مآخذ سے لی گئی ہے ان میں قرآن و حدیث کے بعد اجماع کا درجہ ہے اور اجماع میں سب سے اعلیٰ درجہ صحابہ کرامؓ کے اجماع کا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہؓ کی تعریف بیان فرمائی ہے اور صحابہؓ کی جماعت کو کامیاب اور کامران قرار دیا ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہیں اور یہی جماعت جنت کی مستحق ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھی جابجا صحابہ کرامؓ کے فضائل اور عظمت بیان کی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نزول قرآن کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے نزول شریعت کا زمانہ پایا ہے۔ وہ شریعت کے نزول کے وقت ہونے والے تمام واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ انسانوں میں صرف صحابہ کرامؓ اس بات کا علم رکھتے تھے کہ کونسی آیت مبارکہ کب نازل ہوئی۔ نیز وہ قرآن کریم کی تفسیر اور تفہیم بھی براہِ راست نبی کریم ﷺ کی زبان اطہر سے سماعت فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ متن شریعت اور مراد شریعت کے فہم میں سب سے اول ہیں۔ دینی معاملات میں ان کی حساسیت ناقابل مثال ہے اور ان کا علم، حکمت اور دین کا فہم ممتاز و منفرد ہے۔ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت کے باعث شرعی امور میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ فقہ اسلامی میں صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال کو باقاعدہ قانونی حیثیت دی جاتی ہے اور جہاں کسی بھی مسئلے میں صحابہ کرامؓ متفق ہوں اسے اصطلاحاً اجماع کہا جاتا ہے۔

اجماع صحابہؓ کی تین اقسام ہیں:

1۔ اجماع قولی

اجماع قولی کا مطلب ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کسی حکم کے بارے میں قولی طور پر بتائیں کہ یہ چیز جائز ہے یا جائز نہیں ہے۔

2۔ اجماع فعلی

اجماع فعلی کو اجماع عملی بھی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی حکم پر عمل کریں۔

3۔ اجماع سکوتی

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض صحابہؓ کوئی قول کریں اور وہ پھیل جائے اور اس کے بارے میں باقی تمام صحابہؓ سکوت اختیار فرمائیں۔

علامہ محمد بن عبدالرحمن المحلاویؒ فرماتے ہیں کہ اجماع کی تین اقسام ہیں۔

1۔ پہلی اجماع قولی ہے کہ اجماع کی اہلیت رکھنے والے تمام لوگ کسی مسئلہ پر زبان سے اپنا اتفاق ظاہر کریں مثلاً تمام

اہل اجماع یہ کہیں کہ ہم سب نے اس پر اتفاق کر لیا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع کرنا کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنھم نے ان کی ہاتھ پر بیعت کی اور زبان سے اقرار کیا۔

2۔ اجماع عملی یہ ہے کہ تمام اہل اجماع کسی کام کو جائز سمجھ کر اس پر عمل کریں۔ پس جب اہل اجتہاد نے شرکت اور مزارعت کے معاملات جائز سمجھ کر کرنا شروع کر دیئے تو یہ ان کی طرف سے شرکت اور مزارعت کے جواز پر اجماع عملی ہے۔

3۔ اجماع سکوتی یہ ہے کہ مجتہدین میں سے بعض حضرات کوئی متفقہ فیصلہ زبانی یا عملی طور پر کریں اور یہ فیصلہ ان کے زمانے میں ہر طرف نشر ہو جائے۔ اور اس فیصلہ پر پوری طرح غور و فکر اور اظہار رائے کا موقع ملنے کے بعد دوسرے تمام مجتہدین سکوت اور خاموشی اختیار کریں یعنی کوئی اس فیصلے سے اختلاف نہ کرے۔(1)

اجماع قولی اور اجماع فعلی کی حجیت

اجماع قولی اور اجماع فعلی فقہاءِ اربعہ کے ہاں حجت ہیں اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اصولیین ان دو قسموں کو اجماع نصی سے تعبیر کرتے ہیں۔

"فالا قوی اجماع الصحابة نصاً لانه لا خلاف فیه بین الامة لان العترة یکونون فیهم و کذلک اهل المدینة" (2)

سب سے زیادہ قوی اجماع، صحابہ کا اجماع نصی (قولی) ہے کیونکہ اس میں امت کے درمیان اختلاف نہیں ہے، کیونکہ عترۃ النبی ﷺ اور اہل مدینہ ان میں شامل ہیں۔

اجماع صحابہ کی مخالفت جائز نہیں ہے اس لیے کہ ان سب کی طرف جہالت کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت جب کسی ایک بات پر جمع ہو جائے تو یہ حجت ہوتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ حجت ہے۔(3)

اجماع کے وجود اور اس کے انعقاد میں کوئی اختلاف نہیں ہے جب فعل یا قول یا رضا بطریق خبر ہو۔(4)

اجماع قولی اور اجماع فعلی ائمہ اربعہ کے ہاں معتبر ہے اور تمام فقہاء اسکو حجت مانتے ہیں۔ البتہ اجماع سکوتی کے بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں بعض اسکو اجماع بھی مانتے ہیں اور حجت بھی، بعض اسکو اجماع مانتے ہیں لیکن حجت نہیں مانتے۔ بعض اسکو نہ اجماع مانتے ہیں اور نہ حجت مانتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا اجماع سکوتی

اجماع سکوتی سے مراد یہ ہے کہ بعض صحابہؓ کوئی قول اختیار کریں اور وہ پھیل جائے اور دیگر صحابہ کرامؓ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کریں۔

اجماع سکوتی کے بارے میں علماء احناف کی آراء مندرجہ ذیل ہیں۔

اجماع سکوتی اور علمائے احناف

احناف کے ہاں اجماع سکوتی اجماع بھی ہے اور حجت بھی ہے۔

علامہ نظام الدینؒ اصول الشاشی میں رقمطراز ہیں کہ جہاں بیان کی ضرورت ہو وہاں سکوت بمنزلہ بیان کے ہے اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ بعض لوگ اگر کسی حکم کی تصریح کریں اور باقی لوگ خاموش رہیں تو اس سے اجماع منعقد ہوتا ہے۔(5)

مزید اجماع کی بحث میں اقسامِ اجماع کے تحت ذکر فرماتے ہیں کہ پھر اجماع کی چار قسمیں ہیں:

1۔ کسی پیش آنے والے حکم پر صراحتاً صحابہ اکرامؓ کا اجماع۔

2۔ بعض صحابہ کرامؓ کا کسی حکم کے بارے میں تصریح کرنا اور باقی صحابہ کرامؓ کا خاموشی اختیار کرنا۔

3۔ صحابہ کرامؓ کے بعد آنے والے لوگ ایسے حکم کے بارے میں اجماع کریں جس میں سلف کا قول نہ ہو۔

4۔ سلف کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک پر اجماع کرنا۔

پہلی قسم تو بمنزلہ کتاب اللہ کی آیت کے ہے اور بعض کی تصریح اور بعض کا خاموش رہنا بمنزلہ متواتر کے ہے۔(6)

علامہ دبوسی حنفیؒ فرماتے ہیں:

"فالا قوی اجماع الصحابة نصاً لانه لا خلاف فیه بین الامة لان العترة یکونون فیهم، و کذلک اهل المدینة۔ ثم الذی ثبت بنص بعضهم و سکوت الباقین لان السکوت فی الدلالة علی التقریر دون النص" (7)

صحابہ کرامؓ کا قوی اجماع وہ ہے جو صراحتاً ہو کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ عترۃ النبی ﷺ اور اہل مدینہ سب ان میں ہوتے ہیں۔ پھر وہ اجماع قوی ہوتا ہے جو بعض کی تصریح اور بعض کے سکوت سے منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ سکوت تقریر پر دلالت کرنے میں نص سے کم ہوتا ہے۔

اور جو سکوت اجماع میں حجت ہے، یہ سکوت علماء کے سامنے فتوی پیش ہونے کے وقت کیا جاتا ہے یا لوگوں میں ان کا فتوی مشہور ہونے کے وقت ان کی مخالفت نہ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ حجت اس لیے ہے کہ جب سکوت کے وقت حکم سنی ہوئی بات کے خلاف ہو پھر سکوت کی گنجائش ہی نہیں ہوتی تو ان کی یہ سکوت کی حالت جائز سمجھنے پر دلالت کرتی ہے۔(8)

علامہ اسمندیؒ کی رائے میں اجماع سکوتی حجت قطعیہ نہیں ہے اور اس میں امت کا اختلاف ہے۔ فرماتے ہیں:

"واما اذا قال بعض الامة قولاً و سکت الباقون هل هو طریق الی معرفة الاجماع؟ قال بعضهم: لیس بطریق اصلاً، وعندنا: هو طریق یقع به الاجماع اذا کان السکوت مع زوال التقیه، و بشرط اشتهار ذلک القول عند الکل، و مضی زمان التامل۔ الا ان هذا الاجماع لیس بجة قطعیة لاختلاف الامة فی صحته "(9)

امت کے بعض علماء جب کوئی قول اختیار کر لیں اور باقی سکوت اختیار فرمائیں تو کیا یہ اجماع کی معرفت کا طریقہ ہوگا؟ بعض نے کہا کہ اس طریقہ سے اجماع بالکل بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہمارے نزدیک اس طریقہ سے اجماع ثابت ہو جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ جب سکوت میں تقیہ کا اندیشہ نہ ہو، نیز یہ کہ وہ قول مشہور ہو کر پھیل گیا ہو اور غور و فکر کے لیے مطلوب مدت بھی گزر گئی ہو۔ البتہ یہ اجماع حجت قطعی نہیں ہوگا کیونکہ امت اس کی حجیت میں مختلف الرائے ہے۔

اجماع سکوتی اور علمائے شوافع

شوافع کے ہاں اجماع سکوتی کی حجیت پر مختلف اقوال منقول ہیں۔امام شافعیؒ کے اس بارے میں دو مذہب ہیں مگر ان کا آخری قول یہ ہے کہ اجماع سکوتی حجت نہیں ہے۔ بعض اصحاب شوافع اس قسم کو حجت مانتے ہیں۔

"واما اذا قال واحد من الصحابة قولاً و انتشر فی سائر الصحابة و لم يظهرو ا عليه نكيرا بل سكتوا عنه، ولم يتكلموا بوفاق ولا خلاف، فهل يكون ذلک اجماعاً؟ فاختلف الاصوليون فيه، فذهب بعضهم الی ان ذلک اجماع مقطوع به ، وذهب آخرون الى انه ليس باجماع۔ وللشافعی رضی الله عنه، ما يدل على المذهبين وآخر اقواله استقر على انه ليس باجماع۔ فانه قال: لا ينسب الى ساكت قول"(10)

اگر ایک صحابیؓ کا قول تمام صحابہ کرامؓ میں پھیل جائے اور وہ اس پر کوئی نکیر ظاہر نہ کریں بلکہ وہ خاموش رہیں نہ اس کی موافقت میں قول کریں اور نہ اس کی مخالفت میں تو کیا یہ اجماع ہو گا یا نہیں؟ اس میں اصولیین کا اختلاف ہے۔ بعض کے ہاں قطعی طور پر اجماع ہے اور بعض کے ہاں اجماع نہیں ہے۔امام شافعیؒ کے ہاں دونوں اقوال موجود ہیں البتہ وہ آخری قول جو پختہ ہوا وہ یہ ہے کہ یہ اجماع نہیں ہے کیونکہ ان کا قول ہے کہ ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

امام جوینیؒ فرماتے ہیں: جب علماء عصر کی موجودگی میں کوئی عالم قول اختیار کرے اور یہ قول بعض علمائے مذاہب کے موافق ہو، یعنی محل اجتہاد اور مسلک ظن میں اور علماء نے اس پر سکوت فرمایا ہو اور قائل پر کوئی نکیر ظاہر نہ کی ہو تو ان کا نکیر چھوڑنا بمنزلہ موافقت کے ہو گا۔اس مسئلہ میں اصولیین کا اختلاف ہے امام شافعیؒ کے ظاہری مذہب کے مطابق یہ اجماع نہیں ہے۔(11)

جب اہل عصر میں سے بعض مجتہدین مسائل تکلیفیہ اجتہادیہ پر کوئی قول اختیار کریں اور باقی علماء کو اس کا علم ہو اور ان کی طرف سے انکار ظاہر نہ ہو تو اس کے اجماع ہونے میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کے ہاں یہ اجماع بھی نہیں ہے اور حجت بھی نہیں ہے۔(12)

جب بعض امت کوئی حکم لگائے اور باقی خاموش رہیں تو امام شافعیؒ کے ہاں نہ حجت ہے اور نہ اجماع۔(13)

اجماعِ سکوتی اور علمائے حنابلہ

حنابلہ کے ہاں اجماع سکوتی کی حجیت کیلئے انقراض عصر شرط ہے یعنی جن صحابہ کرامؓ نے سکوت فرمایا ہے وہ اس دنیا سے رحلت فرمائیں تو اجماع سکوتی حجت ہو گا ورنہ ان کی زندگی میں حجت نہیں ہو گا۔

جب بعض صحابہؓ کوئی قول اختیار کریں اور وہ دیگر صحابہ کرامؓ میں مشہور ہو جائے تو ہم دیکھیں گے کہ باقی نے رضا کے ساتھ صراحت کی ہو تو یہ اجماع ہے۔ اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ اگر وہ خاموش رہے نہ ان سے رضا نقل ہو اور نہ ہی انکار اور نہ کوئی اختلاف، حتی کہ وہ زمانہ گزر گیا اور وہ کوئی ایسا حکم نہیں، جس میں کسی کو مکلف کیا جائے۔ جیسا کہ صحابہؓ کا قول ہے "حذیفہ عمار سے افضل ہے" تو اس میں سکوت سے اجماع منعقد نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس میں انکار اور تائید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر وہ مسائل تکلیفیہ میں سے ہے تو جو کہتے ہیں کہ حق ایک ہے ان کے ہاں یہ اجماع ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کوئی غلط بات سنیں اور اس پر بغیر تقیہ کے خاموش رہیں۔ حسن بن ثواب کی روایت میں ہے کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں تکبیراتِ تشریق پڑھنے کے مسئلہ میں عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخر تک کے بارے میں اجماع ہی کا قائل ہوں۔ دیکھا جائے تو یہ صرف حضرات عمرؓ، ابن مسعودؓ، اور ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ حضرات ہی تو صرف صحابہ نہیں تھے تو معلوم ہوا کہ ان کا قول پھیل گیا اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی تو اسکو اجماع کا نام دیا گیا۔(14)

علامہ عکبری فرماتے ہیں:

> "اجماع امته عليه السلام وهو اتفاق علماء العصر على حكم النازلة و يعرف اتفاقهم بقولهم اويقول بعض و سكوت الباقين حتى ينقرض العصر عليهم وهو ماخوذ من العزم على الشيى "(15)

آپ ﷺ کی امت کا اجماع وہ علمائے عصر کا کسی پیش آمدہ حکم پر اتفاق کرنا ہے۔ امت کا اتفاق یا تو ان کے قول سے معلوم ہوتا ہے یا بعض قول کریں اور باقی سکوت اختیار فرمائیں۔ یہاں تک کہ ان کا زمانہ گزر جائے اور اجماع العزم علی الشیی سے ماخوذ ہے۔

علامہ شوکانیؒ نے بھی اجماع سکوتی کے لیے انقراض عصر کی شرط کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"انه اجماع بشرط انقراض العصر لا نه يبعد مع ذلک ان يكون السكوت لا عن رضا و به قال ابو على الجبائى واحمد فى رواية عنه، ونقله ابن فورک فى كتابه عن اكثر اصحاب الشافعى و نقله الاستاذ ابو طاهر البغدادى عن الخذا ق منهم و اختاره ابن القطان، والرويانى، قال الرافعى انه اصح الا وجه عند اصحاب الشافعى "(16)

کہ یہ اجماع ہے زمانہ گزرنے کی شرط کے ساتھ، کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ باوجود اس کے سکوت بغیر رضا کے ہو۔ یہ ابو علی جبائی کا قول ہے۔ اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے۔ اور یہی ابن فورک نے اپنی کتاب میں اکثر شافعیہ سے نقل کیا ہے۔ اور ان میں سے استاد ابو طاہر بغدادی نے خذاق سے نقل کیا ہے۔ ابن قطان اور رویانی نے اسکو اختیار کیا ہے۔ رافعی فرماتے ہیں کہ اصحاب شافعی کے ہاں یہ اصح ہے مگر ایک وجہ سے۔

اجماع سکوتی اور علمائے مالکیہ

مالکیہ کے ہاں بھی اجماع صحابہؓ کی تینوں قسمیں حجت ہیں۔ اجماع سکوتی ان کے ہاں بھی معتبر ہے۔

"واذا قال الصحابى قولاً و حكم بحكم فظهر ذلک، و انتشر انتشاراً لا يخفى مثله، ولم يعلم له، مخالف ولا سمع له منكر، فانه اجماع و حجة قاطعة، وبه قال جمهور اصحابنا و اصحاب ابى حنيفة والشافعى۔ و قال القاضى ابوبكر: لا يكون اجماعاً حتى ينقل قول كل واحد من الصحابة فى ذلک كلهم وبه قال داؤد "(17)

جب صحابی کوئی قول کرے اور کوئی حکم لگائے اور یہ حکم واضح ہو جائے اور اس قدر مشہور ہو جائے کہ اس جیسا حکم مخفی نہ رہے۔ اور نہ کوئی اس حکم کی مخالفت کرنے والا معلوم ہو اور نہ اس کا انکار کرنا سنا گیا ہو تو یہ اجماع ہے اور حجت قطعیہ ہے یہ جمہور مالکیہ، احناف اور اصحاب شافعی کا قول ہے۔ قاضی ابو بکرؒ فرماتے ہیں جب تک ہر صحابی کا قول نقل نہ ہوا ہو تب تک یہ اجماع نہیں ہے اور یہی داؤد کا قول بھی ہے۔

سلاسل الذھب میں ہے: کیا اجماعِ سکوتی حجت ہے یا نہیں؟ اس میں اقوال ہیں۔ قول ثانی یہ ہے کہ یہ اجماع بھی ہے اور حجت بھی، قاضی عبد الوہاب اور باجی نے اکثر مالکیہ سے نقل کیا ہے، قاضی ابو طیب اور شیرازی نے بھی نقل کیا ہے۔(18)

اہل مدینہ کا اجماع اور امام مالکؒ کا موقف

اس بحث میں یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ امام مالک ان صحابہ کے اجماع کو حجت سمجھتے تھے جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے اگرچہ دیگر صحابہ نے ان کی تائید نہ کی ہو۔

امام مالکؒ کا موقف ہے کہ اہل مدینہ کا اجماع حجت ہے اور صرف ان ہی کا اجماع کافی ہے۔ اگرچہ اہل مدینہ کے اجماع کی لوگ مخالفت بھی کریں تب بھی وہی حجت قطعیہ ہے۔

"وقال مالک: ان اجماع اهل المدینة وحده کاف ولا یعتبر اجماع سائر الامصار دون اجماعهم "(19)

امام مالکؒ فرماتے ہیں صرف اہل مدینہ کا اجماع کافی ہے۔ باقی تمام شہروں کا اجماع اہل مدینہ کے علاوہ معتبر نہیں ہے۔

علامہ سلیمان باجی فرماتے ہیں:

ومن مذهب مالک العمل علی اجماع اهل المدینة، فیما طریقة التوقیف منه، علیه السلام کاسقاط زکاة الخضروات لانه معلوم انها قد کانت فی وقت النبیﷺ ولم ینقل انه اخذ منها الزکاة، واجماع اهل المدینة علی ذلک، فعمل علیه، وان خالفهم غیر هم (20)

امام مالکؒ کا مذہب ان مسائل میں اجماع اہل مدینہ پر عمل کا ہے جو مسائل نبی اکرم ﷺ سے بطریق توقیف منقول ہوں۔ جیسا کہ سبزیوں پر زکوۃ کا نہ ہونا ہے کیونکہ سبزیوں کا نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ہونا معلوم تھا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ سبزیوں پر زکوۃ لی گئی ہو اور اہل مدینہ کا اس بات پر اجماع ہے چنانچہ اس پر عمل کیا جائے گا، اگرچہ دیگر نے ان کی مخالفت کی ہے۔

امام سمعانی شافعی لکھتے ہیں: امام مالکؒ نے فرمایا: جب اہل مدینہ کسی بات پر اجماع کر لیں تو مخالف کی مخالفت کو اہمیت نہیں دی جائے گی۔ اور ہمارے اصحاب میں سے امام الابھری کہتے ہیں کہ اس سے امام مالکؒ کی مراد وہ مسائل ہیں جو بطریق اخبار ہیں (یعنی وہ مسائل کہ نقل در نقل پہنچے ہیں)۔ اور بعض نے کہا کہ امام مالکؒ کی مراد اہل مدینہ کے قول کو ترجیح دینا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے قول قدیم میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اہل مدینہ کی روایت کو دوسروں کی روایت پر ترجیح دی

ہے اور بعض نے کہا ہے کہ امام شافعی کے ہاں اہل مدینہ کے قول کی ترجیح صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ تک ہے۔(21)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب اہل مدینہ کسی بات پر اجماع کرلیں تو پھر اس سے تجاوز نہیں کیا جائے گا برخلاف دوسرے فقہاء کے۔(22)

اجماع اہل مدینہ اور جمہور و دیگر فقہاء کی رائے

اہل مدینہ کا اجماع حجت نہیں ہے۔ جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے۔اس لیے کہ علم کے اعتبار اور اصول معرفت میں اہل مدینہ اور غیر مدینہ والے برابر ہیں۔ حرمین میں سے کسی ایک کا اجماع اس کے اہل پر مقدم نہیں ہو گا اہل مکہ کے اجماع کی طرح اور یہ امر محال کی طرف لے جاتا ہے کہ جب تک اہل مدینہ، مدینہ میں ہیں تو ان کا اجماع حجت ہے اور جب وہاں سے نکل جائیں تو پھر ان کا اجماع حجت نہیں ہے یہ امرِ محال ہے کیونکہ جس کا قول ایک جگہ حجت ہو گا تو سب جگہ اس کا قول حجت ہو گا جیسا کہ آپ ﷺ کا قول ہر جگہ حجت ہے۔(23)

"اجماع اهل المدينة على انفرادهم ليس بحجة عند الجمهور لا نهم بعض الامة" (24)

انفرادی طور پر اہل مدینہ کا اجماع جمہور علماء کے نزدیک حجت نہیں ہے کیونکہ وہ امت کا ایک حصہ ہیں۔

یعنی اہل مدینہ ساری امت نہیں بلکہ امت کا بعض حصہ ہیں لہٰذا ان کا اجماع حجت نہیں ہو گا۔

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں:

اتفق الا كثرون على ان اجماع اهل المدينة وحدهم لايكون حجة على من خالفهم فى حالة انعقاد اجماعهم (25)

اکثر فقہاء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ صرف اہل مدینہ کا اجماع اس پر حجت نہیں ہو گا جو ان کے اجماع کے انعقاد کے وقت ان کی مخالفت کرے۔

پس معلوم ہوا کہ اجماع اہل مدینہ صرف امام مالکؒ کے ہاں حجت ہے۔ جمہور اور دیگر فقہاء صرف اہل مدینہ کے اجماع کو حجت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ امت نہیں بلکہ امت کا بعض حصہ ہیں۔

اجماع خلفائے اربعہؓ

جمہور کے نزدیک خلفائے اربعہؓ کا اجماع حجت نہیں ہے لیکن دیگر فقہاء کے ہاں حجت ہے۔

"وذهب الجمهور ايضاً الى ان اجماع الخلفاء الاربعة ليس بحجة، لانهم بعض الامة وذهب بعض اهل العلم الى انه حجة لماورد مايفيد ذلک كقولهﷺ ((عليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين)) وقولهﷺ: ((اقتدوابااللذين من بعدى ابى بكر و عمر))وهما حديثان صحيحان" (26)

اور جمہور اس طرف بھی گئے ہیں کہ خلفائے اربعہؓ کا اجماع بھی حجت نہیں ہے کیونکہ وہ بعض امت ہیں جبکہ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ وہ حجت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی اس اصول کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے" میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازمی پکڑو"۔ اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔"میرے بعد جو دو آدمی ہیں ان کی اقتدا کرو یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ "اور یہ دونوں صحیح احادیث ہیں۔

امام بدر الدین زرکشیؒ فرماتے ہیں:

قاضی ابو خازم اور رازی جو احناف میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں خلفائے اربعہ کا اجماع حجت ہے۔(27)

بعض علماء نے یہ رائے اختیار کی کہ خلفائے راشدین کے اقوال دوسروں کے اقوال پر مقدم ہوں گے اور بعض نے اس معاملے میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے قول کی تخصیص کی ہے۔(28)

اہل بیت اطہارؓ کا اجماع

اہل بیتؓ کا اجماع حجت نہیں جبکہ شیعہ کے ہاں صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا قول بھی حجت ہے۔

"لايكفى فى انعقاد الا جماع اتفاق اهل البيت مع مخالفة غير هم لهم خلافاً للشيعة"(29)

اجماع کے انعقاد میں اہل بیتؓ کا اتفاق کافی نہیں ہے جبکہ دوسروں نے ان کی مخالفت کی ہو،البتہ شیعہ کے ہاں اہل بیت کا اجماع حجت ہے۔

اہل بیت کا اجماع حجت نہیں ہے۔اہل بیت سے مراد حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں۔شیعہ نے اسکی مخالفت کی اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ صرف حضرت علیؓ کا قول بھی حجت ہے (یعنی صرف ان کا قول بھی بمنزلہ اجماع ہے)۔(30)

منکر اجماع صحابہؓ کا حکم

صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت قطعیہ ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

"اختلف القائلون بحجية الاجماع ، هل هو، حجة قطعية اوظنية؟ فذهب جماعة منهم الى انه حجة قطعية، و به قال الصير فى، وابن برهان و جزم به من الحنفية الدبوسى، و شمس الائمة؛ و قال الاصفهانى: ان هذا القول هو المشهور وانه يقدم الاجماع على الادلة كلها ولا يعارضه دليل اصلا، و نسبه الى الاكثرين، قال: بحيث يكفر مخالفه، او يضلل يبدع" (31)

اجماع کو حجت سمجھنے والوں کا آپس میں اختلاف ہے کہ یہ حجت قطعیہ ہے یا حجت ظنیہ،ایک جماعت کے ہاں حجت قطعیہ ہے۔یہی بات صیرفیؒ اور ابن برھانؒ نے کی ہے۔حنفیہ میں سے علامہ دبوسیؒ اور شمس الائمہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول مشہور ہے اور یہ کہ اجماع تمام دلائل پر مقدم ہوگا اور کوئی دوسری دلیل اس کے برابر نہ ہوگی اور اصفہانی نے اکثر کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے۔اور فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر (عقیدے کے مسائل میں) یا گمراہ بدعتی (عملی مسائل میں) ہے۔

کسی پیش آنے والے حکم پر صحابہ کرامؓ کا صراحتاً اجماع کرنا بمنزلہ کتاب اللہ کی آیت کے ہے۔(32) صحابہ کرامؓ کا اجماع قطعی طور پر حجت ہے۔(33)

تواتر سے منقول شدہ چیزوں میں اجماع صحابہؓ سب سے زیادہ قوی ہے۔جب صحابہ کرامؓ کا زمانہ گزر چکا ہو تو اجماع صحابہ قرآن شریف کی آیت اور خبر متواتر کی طرح ہے۔اس کا انکار کرنے والا مطلقاً حجیت اجماع کا انکار کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔(34)

ابن حامد اور ایک بڑی جماعت کے نزدیک اجماع قطعی کا منکر کافر ہے۔(35)

اجماع صحابہؓ قرآن پاک کی آیت کی طرح حجت قطعیہ ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔(36)

صحابہ کرامؓ کا اجماع اپنی قطعیت میں قرآن وسنت سے ثابت شدہ حکم کی طرح ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔(37)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا صراحتاً اجماع یعنی اجماع قولی اور فعلی حجت قطعیہ اور بمنزلہ قرآن شریف کی نص کے ہے۔ لہٰذا اس کا منکر کافر ہے۔

اجماع صحابہؓ سے ماخوذ چند کلامی و فقہی مسائل

1۔ قرآن کلام اللہ ہے، اللہ کی مخلوق نہیں:

یہ مسئلہ کہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے یا مخلوق ہے اس بارے میں جمہور اہل سنت کا معتزلہ اور جہمیہ سے اختلاف ہے۔ یہ دونوں فرقے قرآن مجید کے اللہ کی مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی صفت ہے۔ لہذا جس طرح اللہ تعالی کی ذات بابرکت ہمیشہ باقی رہے گی اسی طرح اللہ کا کلام بھی باقی رہے گا۔

اس بارے میں ذیل میں کلام اللہ سے اس امر کی ایک دلیل پیش کی جاتی ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے نہ کہ مخلوق ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ"(38)

وہی پیدا کرتا ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔

امام احمدؒ نے مسئلہ خلقِ قرآن کا جواب لکھتے ہوئے متوکل کو بھی اپنے مراسلے میں یہی آیت بطور دلیل پیش کی اور اس آیت کی تفسیر درج ذیل الفاظ میں کی:

اللہ تعالی نے پہلے "خلق" یعنی تخلیق کا تذکرہ فرمایا، اور پھر "امر" یعنی حکم کا الگ سے ذکر فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم دینا اور تخلیق دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔(39)

نیز اس مسئلہ کے بارے میں ذیل میں اجماع صحابہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔

"مَا رُوِيَ مِنْ إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَوْمَ صِفِّينَ: مَا حَكَّمْتُ مَخْلُوقًا وَإِنَّمَا حَكَّمْتُ الْقُرْآنَ. وَمَعَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَ

مُعَاوِيَةَ أَكْثَرُ مِنْهُ. فَهُوَ إِجْمَاعٌ بِإِظْهَارٍ وَانْتِشَارٍ وَانْقِرَاضِ عَصْرٍ مِنْ غَيْرِ اخْتِلَافٍ وَلَا إِنْكَارٍ.

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ ، وَابْنِ مَسْعُودٍ مِثْلَهُ"(40)

جو نقل کیا گیا ہے اجماع صحابہ سے کہ بے شک قرآن مخلوق نہیں ہے اس بارے ایک روایت حضرت علیؓ سے منقول ہے انہوں نے جنگ صفین کے روز فرمایا کہ میں نے مخلوق میں سے کسی کو ثالث نہیں بنایا بلکہ میں نے قرآن کو ثالث بنایا ہے۔ اور اس وقت حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ اصحاب رسول ﷺ کی ایک جماعت تھی اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ تو ان سے بھی زیادہ صحابہؓ تھے پس یہ ایسا اجماع ہے جو کہ ظاہر ہے، پھیلا ہوا ہے اور زمانہ ختم ہونے تک بغیر کسی اختلاف وانکار کے ہے۔اسی طرح کا قول حضرات ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔

2۔ قرآن منزل من اللہ:

قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے اور اللہ تعالی نے اسے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔اور اسی مسئلے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منقول ہے۔

"إجماع الصحابة واتفاقهم على أن كلام الله تعالى منزل والذي يحقق ذلك تتبع جريانهم، وإن هذا الأمر كان مقرراً في عقائدهم جازمين، إذ لو تطرق إلى أحد منهم في ذلك شك أو شبهة لأزالوه بالسؤال للنبي صلى الله عليه وسلم مع ما كانوا فيه من الحمية في الدين والاحتراز عن الوقوع في الجهالات، وحينئذ يعلم أن عدم سؤالهم مع كثرة إطلاق لفظ النزول فيما بينهم وانتظارهم ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم في وقائعهم دليل على إجماعهم واتفاقهم على أن كلام الله منزل على نبيه"(41)

اس بات پر صحابہؓ کا اجماع اور ان کا اتفاق کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے۔اور جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے وہ اس کی اتباع کرتے ہوئے عمل پیرا ہونا ہے، اور یہ معاملہ ان کے عقائد میں فیصلہ کن بنا ہوا تھا، کیونکہ اگر ان کے دین میں حمیت کے باوجود اور جاہلیت میں پڑنے سے بچتے ہوئے کسی کو بھی اس بارے میں شک وشبہ ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے اس شک کو ختم کر لیتا۔لہٰذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا سوال کو ترک کرنا لفظ نزول کے کثرت استعمال کے باوجود اور خدا کے رسول ﷺ کی طرف

سے اُس کا منتظر رہنا۔ ان کے اجماع اور اتفاق کا ثبوت ہے کہ اللہ کا کلام اللہ کے نبی پر نازل ہوا تھا۔

قرآن مجید اللہ تعالی کی طرف سے نبی مکرم شفیع معظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا۔

آپ ﷺ کی شخصا شہادت زیادہ نمایاں اُس وقت تھی جب کہ قرآن نازل ہوا اور حضور پاک ﷺ خود موجود تھے۔ وہ لوگ بھی وہاں موجود تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی چالیس سالہ زندگی کا مشاہدہ کیا تھا' جنہیں آپ ﷺ کے معاملات کا تجربہ تھا۔ جن کے سامنے آپ ﷺ کی صداقت' دیانت' امانت اور ایفائے عہد کا پورا نقشہ موجود تھا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر جن کے سامنے چہرۂ محمدیؐ موجود تھا۔ سلیم الفطرت انسان آپ ﷺ کا روئے انور دیکھ کر پکار اُٹھتا تھا کہ سُبْحَانَ اللهِ مَا هٰذَا بِوَجْهِ كَذَّابٍ (اللہ پاک ہے، یہ چہرہ کسی جھوٹے کا ہو ہی نہیں سکتا) تو حضور پاک ﷺ کی شخصیت، آپ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی شہادت کہ یہ قرآن مجھ پر نازل ہوا سب سے بڑا ثبوت تھا۔

اس اعتبار سے محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن باہم ایک دوسرے کے شاہد ہیں۔ قرآن مجید، حضور پاک ﷺ کی رسالت پر گواہی دیتا ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:

"یس. وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ. إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ"(42)

یس! پس حکمت بھرے قرآن کی قسم تم یقیناً پیغمبروں میں سے ہو۔

اسی طرح قرآن مجید میں قرآن مجید کو نبی اکرم ﷺ پر نازل کئے جانے کا بھی ثبوت ملتا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"(43)

ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

لہذا ان مذکورہ بالا آیات میں قرآن مجید کے نزول کی مکمل وضاحت دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک تو یہ قرآن منزل من اللہ ہے اور اس کو لانے والے روح الامین ہیں اور یہ نازل کیا گیا ہے تو نبی اکرم ﷺ کے سینۂ اطہر پر نازل کیا گیا ہے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو اپنے الفاظ میں بیان کرنا (روایت بالمعنیٰ):

"أنَّ الجماهير قد أجازوا روايةَ لفظ النبيﷺ بالمعنى، ولم يُوجِبُوا حفظَه بلفظه، واحتجُّوا على ذلك بحجج أقواها رواية الحديث للعجم بلسان العجم، ومنها إجماعُ الصَّحابة على جوازِه حيثُ يروون الحديثَ الواحِد في الواقعة الواحدة بألفاظ مختلفة من غير مناكرة بينهم. فإذا تقرر هذا الذي ذهب إليه الجمهورُ، والذي قامت عليه الأدِلَّةُ أنَّه لا يجبُ حِفْظُ لفظِ حديث رسولِ الله ﷺ على من سمعه منه عليه السلام بغير واسطة، فكيف يجب على من بلغه حديث"(44)

بے شک جمہور نے الفاظ نبوی ﷺ کو مفہوم کے ساتھ بیان کرنے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے قول نبی ﷺ کے الفاظ کے یاد کرنے کو واجب قرار نہیں دیا اور انہوں اس پر مختلف دلائل ذکر کئے ہیں ان میں سے سب سے قوی دلیل عجمی لوگوں کے لئے حدیث کو عجمی زبان میں نقل کرنا ہے اور اس کی ایک دلیل اسکے جواز پر صحابہؓ کا اجماع ہونا ہے اس طرح کہ وہ ایک ہی واقعہ کی ایک ہی حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ آپس کے اختلاف کے بغیر نقل کرتے تھے پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس کی طرف جمہور گئے ہیں اور جب اس بات پر دلائل قائم ہوگئے کہ اس شخص کے لئے حدیث کے الفاظ کا حفظ کرنا ضروری نہیں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنی ہو تو اس پر کیسے الفاظ کا یاد کرنا واجب ہوگا جس تک نبی ﷺ کی حدیث پہنچی ہو۔

ابن صلاح روایت بالمعنیٰ کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی الفاظ اور ان کے مقاصد اور معانی کے بدلنے اور صیغوں کے بدلنے کے فرق کو نہیں سمجھتا تو اس کے راویت بالمعنیٰ بیان کرنے کے ناجائز ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر وہ الفاظ و معانی اور صیغوں کی پہچان رکھتا ہو تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور بعض نے بالکل ممنوع قرار دیا ہے۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام صورتوں میں جائز ہے جبکہ وہ عالم ہو اور الفاظ کے معنی کو ادا کر سکے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے احوال الفاظ سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح بہت سارے لوگ ایک ہی معنی کو بدلتے تھے ایک ہی مسئلہ میں لیکن الفاظ مختلف ہوتے تھے کیونکہ ان کا مقصود معنی ہوتا ہے۔(45)

4۔ مصحف عثمانی کی اتباع واجب ہے:

خلافت راشدہ کے دور میں جب مسلمانوں کی فتوحات بڑھیں اور مسلمان عجمی علاقوں کی طرف بڑھے تو زبانوں کے فرق کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان قرآن مجید کی قرأت پر بھی اختلاف بڑھنے لگا۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور وہ اہل عراق اور اہل شام کے ساتھ مل کر آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح کے لئے جنگ لڑ رہے تھے۔اس موقعے پر صحابہ کرامؓ کی قرأت کے اختلاف سے حضرت حذیفہؓ پریشان ہو گئے۔اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے عرض کی کہ اے امیر المومنین! اس امت کو پکڑیں اس سے پہلے کہ یہ امت بھی یہود و نصاری کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے۔(46)

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف کو قریش کی زبان میں لکھ کر ختم کیا اور مصحف تیار کروائے۔

حضرت عثمانؓ نے تین قریشی صحابہؓ سے فرمایا! جب تمہارا اور زیدؓ کا کسی لفظ کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا۔ تو ان صحابہؓ کرام نے یہی کام کیا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک ایک مصحف مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دیا اور ان مصاحف کے علاوہ باقیوں کو جلانے کا حکم صادر فرمایا۔(47)

اور اسی رسم عثمانی کو بعد میں صحابہ کرامؓ نے پڑھنا شروع کر دیا اور اس رسم کی اتباع پر ہی صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا۔

"نحن نقطع بان كثيرا من الصحابة رضوان الله عليهم كانوا يقرؤن بما خالف رسم المصحف العثمانى قبل الاجماع عليه"(48)

ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت مصحف عثمانی کے رسم الخط کے برخلاف تلاوت کرتی تھی مصحف عثمانی پر اجماع سے پہلے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ مصحف عثمانی پر اجماع ہونے سے پہلے دوسرے رسم الخط میں تلاوت کرتے تھے۔ لیکن پھر صحابہ کرامؓ کا مصحف عثمانی پر اجماع ہو گیا۔اور پھر تمام صحابہؓ ایک ہی مصحف پر جمع ہو گئے جو آج تک امت میں رائج ہے۔

5۔ خلافت بلا فصل حضرت ابو بکر صدیقؓ:

وفات نبوی ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں کچھ اختلاف ہوا کہ اب خلافت نبوی کا حقدار کون ہے؟ لیکن یہ اختلاف بہت جلد ہی زائل ہو گیا، اور تمام صحابہ کرامؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے اور اس پر اجماع قائم ہو گیا۔

"أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلَى تَقْدِيمِ الصِّدِّيقِ بَعْدَ اخْتِلَافٍ وَقَعَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فِي التَّعْيِينِ"(49)

سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ میں مہاجرین وانصار کے درمیان کچھ اختلاف ہوا، جس کے بعد صحابہ کرامؓ کا خلافت ابو بکر صدیقؓ پر اجماع ہو گیا۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے ہر کھڑکی کو جو اس مسجد میں ہے، بند کر دو، سوائے ابو بکرؓ کی کھڑکی کے۔(50)

6۔ خلافت حضرت عمر فاروقؓ:

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ کو بامر خلیفہ اول، امیر المؤمنین مقرر فرما دیا گیا، تو تمام صحابہ کرامؓ نے اس فیصلہ کو بخوشی تسلیم کر لیا، چنانچہ خلافت عمرؓ پر بھی اجماع سکوتی قائم ہو گیا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"وَذَلِكَ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعُوا عَلَى اخْتِيَارِ أَبِي بَكْرٍ وَعَلَى تَنْفِيذِ عَهْدِهِ إِلَى عُمَرَ وَعَلَى تَنْفِيذِ عَهْدِ عُمَرَ بِالشُّورَى وَلَمْ يُخَالِفْ فِي شَيْءٍ مِنْ هَذَا أَحَدٌ"(51)

اس لئے کہ تمام صحابہ کرامؓ نے اجماعی طور پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ مان لیا تھا، اسی طرح انکا حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنا (بھی اس اجماع کا لازمی جزہے) اسی طرح حضرت عمرؓ کا چھ افراد کی شوری مقرر کر دینا (بھی اجماعی طور پر تھا) ان مسائل میں کسی صحابی کا بھی اختلاف نہ تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اگر اپنی حیات طیبہ میں کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضرت ابو بکرؓ کو، پھر حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد کس کو؟ حضرت عائشہؓ

نے فرمایا: حضرت عمرؓ کو، پھر حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضرت عمرؓ کے بعد کس کو بناتے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو، پھر اس کے بعد حضرت عائشہؓ خاموش ہوگئیں۔(52)

7۔ غلام کتنے نکاح کرنے کا مالک ہوگا:

"وَأَمَّا بَيَانُ مَا يَمْلِكُهُ مِنَ النِّكَاحِ بَعْدَ الْإِذْنِ فَنَقُولُ: إِذَا أَذِنَ الْمَوْلَى لِلْعَبْدِ بِالتَّزْوِيجِ فَلَا يَخْلُو إِمَّا إِنْ خَصَّ الْإِذْنَ بِالتَّزَوُّجِ أَوْ عَمَّهُ فَإِنْ خَصَّ بِأَنْ قَالَ لَهُ: تَزَوَّجْ لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِلَّا امْرَأَةً وَاحِدَةً؛ لِأَنَّ الْأَمْرَ الْمُطْلَقَ بِالْفِعْلِ لَا يَقْتَضِي التَّكْرَارَ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَهُ تَزَوَّجْ امْرَأَةً؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ امْرَأَةً اسْمٌ لِوَاحِدَةٍ مِنْ هَذَا الْجِنْسِ وَإِنْ عَمَّ؛ بِأَنْ قَالَ: تَزَوَّجْ مَا شِئْتَ مِنْ النِّسَاءِ جَازَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ ثِنْتَيْنِ وَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ أَذِنَ لَهُ بِنِكَاحِ مَا شَاءَ مِنْ النِّسَاءِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ فَيَنْصَرِفُ إِلَى جَمِيعِ مَا يَمْلِكُهُ الْعَبِيدُ مِنْ النِّسَاءِ وَهُوَ التَّزَوُّجُ بِاثْنَتَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ «لَا يَتَزَوَّجُ الْعَبْدُ أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْنِ» وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرُوِيَ عَنْ الْحَكَمِ أَنَّهُ قَالَ: اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَنَّ الْعَبْدَ لَا يَجْمَعُ مِنْ النِّسَاءِ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ"(53)

باقی اس بات کا بیان کہ غلام کتنے نکاحوں کا مالک ہوتا ہے اجازت مل جانے کے بعد تو ہم کہتے ہیں کہ جب آقا غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تزویج کی اجازت کو خاص رکھے گا یا عام طور پر اجازت دے گا پس اگر وہ اجازت کو خاص رکھے یعنی یہ کہے کہ تو نکاح کر لے تو اس کے لئے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ کسی فعل کا کوئی مطلق حکم تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور اسی طرح اگر وہ اپنے غلام سے کہے کہ عورت سے نکاح کر اس لئے کہ اس کا قول "امرأۃً" عورت کی جنس میں سے ایک کے لئے ہے، اور اگر وہ اجازت کو عام کر دے مثلاً یہ کہے کہ تو جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کر لے تو اس صورت میں اس کے لئے صرف دو عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا اور دو سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کے آقا نے تو اسے نساء جمع کے صیغہ کے ساتھ اجازت دی ہے لیکن یہ جمع کا صیغہ اس عدد کو لوٹ جائے گا جس کا ایک غلام مالک ہوتا ہے۔ اور وہ ہے دو عورتوں سے نکاح کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: غلام دو عورتوں سے زیادہ سے نکاح نہیں کرے گا اور اسی حکم پر صحابہؓ کا اجماع ہے

اور حکم سے منقول ہے کہ اصحاب رسول ﷺ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بے شک غلام دو سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا۔

مذکورہ بالا عبارت میں غلام کے حق میں ناقصیت کا بیان ہے کہ غلام حقوق میں آزاد انسان سے کمتر ہوگا۔ زیر بحث مسئلہ، مسئلۂ نکاح ہے کہ اگر غلام کو اس کا آقا نکاح کرنے کی اجازت دے دے تو بھی وہ آقا کی اجازت کا مشروط ہوگا کہ آیا اس نے ایک کی اجازت دی یا دو کی۔ لیکن یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اگر آقا نے غلام کو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی تو بھی وہ دو عورتوں سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نکاح کے باب میں کمی اس کے غلام ہونے کے سبب ہے۔ لہذا وہ صرف دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے دو سے زیادہ سے نہیں۔

8۔ تدوین قرآن شریف:

"ومن ذلك ما أجمعوا عليه من طريق الاجتهاد بعد طول التوقف فيه، ككتب المصحف، وجمع القرآن بين الدفتين، فاقترح عمر ذلك أولا على أبي بكر فقال: كيف أفعل ما لم يفعله النبي عليه السلام؟ حتى شرح الله له صدر أبي بكر "(54)

اجماع صحابہ کی مختلف صورتیں سامنے آئیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ امر اجتہادی میں کافی تردد کے بعد آخر کار اجماع ہو گیا، مثال کے طور پر قرآن کو ایک مصحف میں لکھنا اور قرآن کریم کو دو گتوں کے درمیان محفوظ کرنا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے یہ رائے پیش کی تو ابتدائی طور پر انہیں تردد ہوا اور فرمانے لگے کہ میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں جو حضور پاک ﷺ نے سرانجام نہیں دیا، آخر کار حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔

چنانچہ صحیح بخاری کی ایک طویل روایت میں یہ قصہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر جب اکثر قرأ کرام کی شہادت واقع ہوگئی، تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں آکر اس خدشہ کا اظہار کیا کہ خدانخواستہ اگر اسی طرح قرأ کی شہادت واقع ہوتی رہی اور قرآن کریم یکجانہ کیا گیا تو قرآن کریم کی آیات ضائع ہونے کا خدشہ ہے، آخر کار حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی یہ رائے پسند آئی اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو بلوایا، اور انکے سامنے اس خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے انہیں تدوین قرآن کا حکم دیا، ابتدأ میں انہیں بھی تردد رہا، بالآخر انہیں

بھی شرح صدر ہو گیا، اور تدوین قرآن کا عمل شروع ہوا، اور مختصر عرصہ میں یہ کام بڑی محنت و مشقت و جانفشانی سے مکمل کر لیا گیا۔(55)

9۔ بیس رکعت نماز تراویح:

حضور پاک ﷺ اپنی زندگی میں کبھی صحابہ کرامؓ کو تراویح پڑھاتے رہے مگر پابندی کے ساتھ تراویح کا التزام نہیں فرمایا، اس ڈر سے کہ کہیں مسلمانوں پر واجب نہ ہو جائے، البتہ آپ کی خواہش یہی تھی کہ یہ سنت جاری ہو جائے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ تک تراویح اسی طرح پڑھی جاتی رہے، لیکن حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں تمام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں بیس رکعت نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا، اور کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی، لہذا اجماعی طور پر بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہو گیا، چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّرَاوِيحَ عِشْرُونَ رَكْعَةً"(56)

صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ تراویح بیس رکعت ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔(57)

10۔ منکرین زکوۃ کے خلاف قتال:

اجماعی مسائل میں ایک مسئلہ مانعین زکاۃ کے قتال کا مسئلہ بھی تھا، جس میں بعض صحابہ کرامؓ کو تردد رہا، پھر اتفاق رائے ہو گیا، چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"الصحابة رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أجمعوا على قتال مانعي الزكاة"(58)

مانعین زکاۃ کے قتال پر بھی صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے چند لوگوں کو کافر ہونا تھا، ہو گئے، تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ لوگ جہاد کس طرح کریں گے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان کو بجز اس کے حق کے بچا لیا اور اس کا حساب اللہ پر ہے، حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ

اللہ کی قسم میں جنگ کروں گا اس شخص سے جس نے نماز اور زکوۃ میں تفریق کی اس لئے کہ زکوۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم اگر ان لوگوں نے ایک رسی بھی روکی جو وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دیا کرتے تھے، تو میں اس کے نہ دینے والوں سے جنگ کروں گا، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے یہی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کا سینہ جنگ کے لئے کھول دیا میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔(59)

11۔ عراق کی زمینوں کو وقف کرنا:

ملک شام و عراق کی زمینیں جب فتح ہو گئیں تو مجاہدین نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا کہ زمین تقسیم فرمادیں، لیکن حضرت عمرؓ نے یہ رائے پیش فرمائی کہ یہ زمینیں قیامت تک کیلئے مسلمانوں پر وقف کر دی جائیں، اور اسکے محصولات میں انکا حصہ مقرر فرمادیا جائے، چنانچہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرمایا اور یہ رائے پیش کی جس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

" (ولنا) إجماع الصحابة رضي الله عنهم فإن سيدنا عمر رضي الله عنه لما فتح سواد العراق ترك الأراضي في أيديهم، وضرب على رءوسهم الجزية، وعلى أراضيهم الخراج بمحضر من الصحابة الكرام رضي الله عنهم ولم ينقل أنه أنكر عليه منكر، فكان ذلك إجماعًا منهم"(60)

اور ہماری دلیل اجماع صحابہ ہے، کیونکہ فتح عراق کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ زمینیں انہی کے ہاتھوں میں چھوڑ کر ان پر جزیہ نافذ کر دیا تھا جبکہ زمینوں پر خراج لگا دیا تھا، اور یہ سارا عمل صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوا، اور کسی نے اس پر نکیر بھی نہیں کی۔

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے خیبر کو دو حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنی ضرورتوں اور دوسرے مقاصد کے لیے اور دوسرا حصہ مسلمانوں کے واسطے تقسیم کیا اور اس دوسرے حصہ کو اٹھارہ حصوں پر تقسیم کیا۔(61)

12۔ تیسری مرتبہ چوری پر ہاتھ نہ کاٹنا:

"وروي أن سيدنا عمر رضي الله عنه أتي بسارق أقطع اليد والرجل قد سرق نعالا يقال له سدوم، وأراد أن يقطعه فقال له سيدنا علي رضي الله عنه إنما عليه قطع يد ورجل، فحبسه سيدنا عمر رضي الله عنه ولم يقطعه، وسيدنا عمر وسيدنا علي رضي الله عنهما

لم يزيدا في القطع على قطع اليد اليمنى، والرجل اليسرى، وكان ذلك بمحضر من الصحابة رضي الله عنهم، ولم ينقل أنه أنكر عليهما منكر؛ فيكون إجماعا من الصحابة رضي الله عنهم"(62)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک ایسے چور کو لایا گیا جس نے چپل چرائی تھی، اسکا ایک ہاتھ اور پاؤں پہلے سے کٹا ہوا تھا، اس کو سدوم کے نام سے پکارا جاتا تھا، حضرت عمرؓ نے اسکا دوسرا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: اسکا ایک ہاتھ اور پاؤں ہی کٹنا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے جیل بھیج دیا اور مزید اسکا ہاتھ نہیں کاٹا، چنانچہ نہ ہی حضرت عمرؓ اور نہ ہی حضرت علیؓ نے ایک ہاتھ اور پاؤں سے زیادہ چور کا مزید ہاتھ کاٹا، یہ سارا عمل صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوا اور کسی کا بھی اس پر انکار منقول نہیں، چنانچہ اس پر بھی اجماع صحابہ ہو گیا۔

چنانچہ علامہ مرغینانی حضرت علیؓ کے اس قول سے دلیل لیتے ہیں کہ ہماری دلیل حضرت علیؓ کا یہ قول ہے کہ میں اللہ سے حیا کرتا ہوں کہ اسے اس حالت میں پہنچادوں کہ نہ وہ اپنے ہاتھ سے کھاسکے نہ استنجا کر سکے، نہ اپنے پیر سے چل سکے، اس طرح انہوں نے بقیہ صحابہ کرامؓ پر حجت پوری فرمادی، اور اجماع منعقد ہو گیا۔(63)

13۔ الاجماع علی النداء الثالث:

"قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَرَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ بِالنِّدَاءِ الثَّالِثِ فِي الْعَدَدِ، وَهُوَ الْأَوَّلُ الَّذِي بَدَأَ بِهِ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَلَمْ يَكْرَهْ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَلِمْنَاهُ، ثُمَّ مَضَتِ الْأُمَّةُ عَلَيْهِ إِلَى زَمَانِنَا هَذَا"(64)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جمعے کی تیسری اذان کا حکم دیا، جو زوال کے بعد سب سے پہلی اذان دی جاتی ہے، یہ حکم مہاجرین وانصار کی موجودگی میں دیا گیا، لیکن ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا، پھر آج تک اسی پر امت کا عمل رہا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اذان ثالث جو وجود کے اعتبار سے پہلی اذان ہے، لیکن شریعت کے اعتبار سے تیسری، حضرت عثمانؓ کا اجتہاد تھا اور تمام صحابہؓ کی موافقت بطریق سکوت وعدم انکار تھی، لہذا یہ اجماع سکوتی ہو گیا۔(65)

خلاصہ کلام: مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کسی امر پر اتفاق کر لینا، حجت قطعی کا درجہ رکھتا ہے تمام اہل سنت کا یہی موقف اور مذہب ہے۔ صحابہ کرامؓ کا اجماعِ قولی اور اجماع فعلی یا عملی تمام مذاہب کے ہاں حجت اور دلیل ہے۔ جبکہ اجماع سکوتی کے بارے میں علماء اصول کے ہاں آراء مختلف ہیں۔ علمائے احناف کے ہاں اجماع سکوتی اجماع بھی ہے اور حجت بھی ہے۔ شوافع کے ہاں مختلف اقوال منقول ہیں مگر امام شافعیؒ کا آخری مذہب اجماع سکوتی کے حجت نہ ہونے کا ہے۔ اور حنابلہ نے انقراض عصر کی شرط کے ساتھ حجت قرار دیا ہے۔ علمائے مالکیہ کے ہاں اجماع صحابہؓ کی تینوں اقسام حجت اور معتبر ہیں۔

امام مالکؒ نے اہل مدینہ کے اجماع کا اعتبار کیا ہے جبکہ جمہور علماء انفرادی طور پر اہل مدینہ کے اجماع کو حجت نہیں مانتے۔ جمہور کے ہاں خلفاء اربعہ کا اجماع بھی حجت نہیں ہے لیکن بعض فقہاء کے نزدیک حجت ہے۔ روافض حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے قول کو بھی حجت مانتے ہیں اور اہل بیت کے اجماع کو بھی بطور دلیل قبول کرتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت کے ہاں فقط اہل بیت کا اجماع حجت نہیں ہے۔ اجماع صحابہؓ حجت قطعیہ اور قرآن مجید کی نص کے برابر ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) المحلاوی، محمد بن عبدالرحمن عید، تسہیل الوصول الی علم الاصول، المکتبۃ المکیہ، مکۃ المکرمہ، الطبعۃ الاولی، 2007ء، ج 1، ص:362

Al-Mahlāwā Muḥammad bin Abd al-Rahman Eid, Tashīl al-Asūl al-Ilam al-Asūl, Al-Muktaba al-Makkayah, Makkah al-Mukarmah, (2007), P:362

(2) دبوسی، ابو زید عبید اللہ بن عمرو بن عیسی حنفی، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ، المکتبۃ العصریہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 2006ء، ص:35

Dabūsī, Abu Zayd, Ubaidullah bin Amr bin Isā Ḥanafī, Taqwīm al-Adillah fi Usūl al-Fiqh, Al-Muktaba al-Aṣriya, Beirut (2006), P:35

(3) ابن عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عاصم، جامع بیان العلم وفضلہ، دار ابن الجوزی، الدمام، الطبعۃ الاولی، 1414ھ، ج 1، ص:760

Ibn Abd al-Barr, Abu Umar Yūsuf ibn Abdullah ibn Muḥammad ibnĀsim, Jāmi' Bayān al-Ilam wa Faḍlah, Dār Ibn al-Jawzī, al-Dammam (1414) V.1, P:760

(4) سمرقندی، علاء الدین ابو بکر محمد بن احمد بن ابی احمد حنفی، مکتبہ دار التراث، قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، میزان الاصول، 1997ء، ص:515

Samarkandī, Alā'ddin Abu Bakr Muḥammad bin Aḥmad bin Abi Aḥmad Ḥanafī, Mizān al-Asūl, Maktaba Dar al-Tarāth, Qāhira, (1997), P:515

(5) الشاشی، نظام الدین، ابی علی احمد بن محمد بن اسحاق، اصول الشاشی، دار الکتب العربی، بیروت، س-ن، ص:262

Al-Shāshī, Nizām al-Din, Abi Ali Aḥmad bin Muḥammad bin Isḥāq, Usūl al-Shāshī, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, S.N., P:262

(6) اصول الشاشی، ص:291

Usūl al-Shāshī, P: 291

(7) تقویم الادلۃ، ص:35

Taqwīm al-Adillah, P:35

(8) تقویم الادلۃ، ص:31

Taqwīm al-Adillah, P:31

(9) الاسمندی، محمد بن عبد الحمید، بذل النظر فی الاصول، مکتبہ دار التراث، قاہرہ، الطبعۃ الاولی، 1412ھ، ص:567

Al-Asmandī, Muḥammad bin Abdul Ḥamīd, Bazal al-Nazar fi al-Asūl, Maktaba Dar al-Tarāth, Qāhira, (1412), P:567

(10) جوینی، ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف، التلخیص فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 2003ء، ص:404

Juwaynī, Abi al-Ma'āli Abdul Malik bin Abdullah bin Yūsuf, Al-Talkhīs fi Usūl al-Fiqh, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Beirut, (2003), P:404

(11) جوینی، ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف، البرھان فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1418ھ، ج2، ص:270

Juwaynī, Abi al-Ma'āli Abdul Malik bin Abdullah bin Yūsuf, Al-Burhān fi Usūl al-Fiqh, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirūt, (1418), V:2, P:270

(12) ھندی، صفی الدین محمد بن ابراھیم الارموی الھندی، نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمہ، الطبعۃ الثانیہ، 1999ء، ج6، ص:2575

Hindī, Ṣafī al-Din Muḥammad bin Ibrāhim al-Aramwī al-Hindī, Nahāyat al-Waṣūl fi Darayāt al-Asūl, Maktaba Nizār Musṭafā al-Baz, Makkah al-Mukarmah, (1999), V:6, P:2575

(13) قرافی، ابو العباس، احمد بن ادریس شہاب الدین، شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول، شرکۃ الطباعۃ الفنیہ المتحدہ، قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1393ھ، ص:330

Qarāfī, Abu al-Abbās, Aḥmad bin Idrīs Shahāb al-Din, Sharḥ Tanqīḥ al- Fuṣūl fi Akhtṣār al-Maḥṣūl fi al-Asūl, Shirkat al-Tabaā'at al-Finiya al-Mutahida, Qahira, (1393), P:330

(14) الکلوزانی، الحنبلی، محفوظ بن احمد بن الحسن، التمہید فی اصول الفقہ، دار المدنی للطباعۃ والنشر والتوزیع، جدہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1406ھ، ج3، ص:323

Al-Kaluzānī, Al-Ḥanbalī, Maḥfūz bin Aḥmad bin Al-Hasan, Al-Tamhīd fi Usūl al-Fiqh, Dar al-Madani Al-Tabahat Al-Nashar Al-Tuzī', Jeddah, (1406) V:3, P:323

(15) الحنبلی، العکبری، ابی علی الحسن بن شہاب بن الحسن، رسالۃ العکبری فی اصول الفقہ، لطائف لنشر الکتب والرسائل العلمیۃ، الکویت، الطبعۃ الاولیٰ، 1438ھ، ص:39

Al-Ḥanbalī, Al-Akbarī, Abi Ali Al-Ḥasan Ibn Shahāb Ibn Al-Ḥassan, Risalat Al-Akbarī fi Usūl al-Fiqh, Lataif Lanshar Al-Kitab Wal- Rasā'il Al-Ilamiyyah, Al-Kuwait, (1438), P:39

(16) شوکانی، محمد بن علی بن محمد، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1997ء، ج1، ص:300، 301

Shoukānī, Muḥammad bin Ali bin Muḥammad, Irshād al-Fuḥūl al-Taḥqīq al-Haq min 'Ilm al-Asūl, Maktaba Nizar Muṣṭafā al-Baz, Makkah al-Mukarmah, (1997), V:1, P:300-301

(17) الذہبی، الباجی، القاضی، ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب الاندلسی، الاشارۃ فی اصول الفقہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الثانیہ، 1418ھ، ص:399

Al-Dhahbī, Al-Bājī, Al-Qāzī, Abu al-Walid Sulaiman bin Khalaf bin Sa'd bin Ayyub Al-Andalusi, al-Ashārah fi Usūl al-Fiqh, Maktaba Nizar Mustafa al-Baz, Makkah al-Mukarmah, (1418), P:399

(18) زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الشافعی، سلاسل الذھب، المحقق المدینۃ المنورہ، الطبعۃ الثانیہ، 1423ھ، ص:360

Zarkashī, Badr al-Dīn Muḥammad bin Bahādur bin Abdullah al-Shāfa'i, Salāsil al-Dhahb, al-Muḥaqaq al-Madinah al-Munawrah, (1423), P:360

(19) میزان الاصول، ص:535

Mizān al-Asūl, P: 535

(20) الاشارۃ فی اصول الفقہ، ص:220

al-Ashārah fi Usūl al-Fiqh, P: 220

(21) سمعانی، ابی المظفر، منصور بن محمد بن عبد الجبار، قواطع الادلہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1997ء، ج2، ص:24

Sam'āni, Abi al-Muzaffar, Mansūr bin Muḥammad bin Abdul Jabbar, Qawāṭi' al-Adillah, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirut, (1997), P:24

(22) ارشاد الفحول، ج1، ص:292

Irshād al-Fuḥūl, V.1, P: 292

(23) شیرازی، ابی اسحاق فیروز آبادی، ابراھیم بن علی بن یوسف، التبصرہ فی اصول الفقہ، دار الفکر، دمشق، سوریا، 1983ء، ص:365–366

Shirāzī, Abi Ishaq Firozābādī, Ibrāhim bin Ali bin Yūsuf, al-Tabsra fi Usūl al-Fiqh, Dar al-Fikr, Damascus, Syria, (1983), P:365-366

(24) ارشاد الفحول، ج1، ص:292

Irshād al-Fuḥūl, V:1, P:292

(25) آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن ابی علی، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الخامسہ، 2005ء، ج1، ص:206

Āmadī, Saif al-Din Abi al-Ḥasan Ali bin Abi Ali, Al-Aḥkām fi Usūl al-Aḥkām, Dar al-Kitab Al-Ilamiya, Beirut, (2005), V:1, P:206

(26) ارشاد الفحول، ج1، ص:295

Irshād al-Fuḥūl, V: 1, P: 295

(27) زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الشافعی، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الصفوۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بالغردقۃ، الطبعۃ الثانیہ، 413ھ، ج4، ص:490

Zarkashī, Badr al-Din Muḥammad bin Bahādur bin Abdullah al-Shāfa'ī, Al-Baḥr al-Muḥīṭ fi Usūl al-Fiqh, Dar al-Safa Al-Tabāt Al-Nashar Al-Tuzeeh, Balghurdaqah, (413), V:4, P:490

(28) التلخیص فی اصول الفقہ، ص:415

Al-Talkhīs fi Usūl al-Fiqh, P:415

(29) الاحکام فی اصول الاحکام، ج1، ص:209

Al-Aḥkām fi Usūl al-Aḥkām, V:1, P:209

(30) البحر المحیط، ج4، ص:490

Al-Baḥr al-Muḥīṭ, V:4, P:490

(31) ارشاد الفحول، ج1، ص:282،283

Irshād al-Fuḥūl, V: 1, P:282-283

(32) اصول الشاشی، ص:262

Usūl al-Shāshī, P:262

(33) بذل النظر، ص:415

Bazal al-Nazar, P:415

(34) الفناری، محمد بن حمزہ بن محمد، فصول البدائع فی اصول الشرائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 2006ء، ج2، ص:309

Al-Fanārī, Muḥammad bin Hamza bin Muḥammad, Fusūl Al-Badā'i fi Usūl al-Sharī'ah, Dar al-Kitab Al-Ilamiya, Beirut, (2006), V:2, P:309

(35) ابن بدران، الدمشقی، عبدالقادر، المدخل الی المذھب الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، 1401ھ، ص:283

Ibn Badrān, al-Damashqī, Abdul Qādir, Al-Mudkhal al-Mazhab al-Imam Aḥmad bin Ḥanbal, Musisat al-Risalah, Beirut, (1401), P:283

(36) السغناقی، حسام الدین، حسین بن علی بن حجاج، الکافی شرح البزدوی، مکتبۃ الرشد، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، 1422ھ، ج4، ص:1625

Al-Saghnāqī, Ḥussam al-Din, Ḥusain bin Ali bin Ḥajjāj, Al-Kāfī Sharḥ al-Bazdawī, Maktabat al-Rushd, Al-Riyadh, (1422), V:4, P:1625

(37) سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، اصول السرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، س-ن، ج2، ص:66

Sarkhsī, Muḥammad bin Aḥmad bin Abi Sahl, Usūl al- Sarkhsī, Dar al-Marafah, Beirut, S.N, V:2, P:66

(38) القرآن الکریم، الاعراف:54

Al-A'rāf: 54

(39) المقدسی، عبد الغنی، المحنۃ علی امام اہل السنۃ احمد بن حنبل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1425ھ، ج1، ص: 104

Al-Maqdisī, Abdul Ghanī, Al-Maḥanat Ala'a Imam e Ahl al-Sunnah Aḥmad Ibn Ḥanbal, Dar al-Kitab Al-Ilamiya, Beirut, (1425), V:1, P:104

(40) اللالکائی ، ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی ، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، دار طیبہ ، الریاض، الطبعۃ الثامنہ، 1423ھ، ج2، ص253

Al-Lakaī, Abul-Qasim Hibbatullah bin Al-Hasan bin Manṣūr al-Tabarī al-Razī, Sharḥ Usūl Ateqād E Ahl al-Sunnah wal Jama'ah, Dar al- Taiba, Al-Riyadh, (1423), V:2, P:253

(41) النووی، ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف ، جزء فیہ ذکر اعتقاد السلف فی الحروف والا صوات، مکتبۃ الانصار للنشر والتوزیع، قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ، س-ن، ص29

Al-Nawawī, Abu Zakaria Muhyiddin Yaḥyā Ibn Sharaf, Juz Fi Dhikr Ateqād Al-Salaf Fi Al-Hurūf Al-Aswāt, Maktaba Al-Anṣār, Al- Nashar Al-Tuzeeh, Qahira, S.N., P:29

(42) القرآن الکریم، یٰس:1-3

Yāsīn: 1-3

(43) القرآن الکریم، النحل:44

Al-Naḥl: 44

(44) عزالدین، ابن الوزیر، محمد بن ابراہیم بن علی بن المرتضی بن المفضل، الرَّوضُ البَاسمُ فی الذَّبِّ عَنْ سُنَّۃِ ابی القاسم ﷺ، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمہ، س-ن، ج1، ص:452

Izz al-Din, Ibn al-Wazir, Muḥammad ibn Ibrāhim ibn Ali ibn al-Murtaza ibn al-Mufaḍḍal, al-Rawḍ al-Bassim fi al-Dhubb an Sunnah Abi al- Qasim, Dar

Alam al-Fawaid Al-Nashar Al-Tuzeeh, Makkah al- Mukarmah, S.N. V:1, P:452

(45) ابن صلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان، مقدمہ ابن صلاح، دار الفکر، بیروت، 1406ھ، ص:213،214

Ibn Ṣalāh, Abu Amr Usman bin Abd al-Rahman, Muqadmah Ibn Ṣalāḥ, Dar al-Fikr, Beirut, (1406), P:213-214

(46) البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع المسند الصحیح من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، الجامع المسند الصحیح من امور رسول اللہ وسنۃ وایامہ، دار طوق النجاۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1422ھ

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'il, Abu Abdullah, Al-Jāmi' al-Musnad al-Ṣaḥīḥ, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitab al-Fazā'il Al-Qur'ān, Chapter Jum' al-Qur'ān, Dartuq al-Najat, Beirut, (1422)

(47) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن

Bukhārī, Kitab al-Fazā'il Al-Qur'ān, Chapter Jum' al-Qur'ān,

(48) ابن الجزری، محمد بن حمد، منجد المقرئین ومرشد الطالبین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1420ھ، ص:22

Ibn al-Jazrī, Muḥammad bin Hamad, Munjad al-Maqrayin Wa Murshid al-Talibeen, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirut, (1420), P:22

(49) قرطبی، ابو عبداللہ، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، 1384ھ، ج1، ص:264

Qurtubī, Abu Abdullah, Muḥammad bin Aḥmad Al-Ansari, Al-Jāmi' Li- Aḥkām al-Qur'ān, Dar al-Kitab al-Masriyya, Qahira, (1384), V:1, P:264

(50) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد

Bukārī, Kitāb al-Salāh, Chapter Al-Khufa, Al-Mamar Al-Masjid

(51) النووی، ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، 1392ھ، ج12، ص:206

Al-Nawawī, Abu Zakaria Muhyiddin Yahya bin Sharaf, al-Manhaj Sharh Ṣaḥīḥ Muslim bin al-Hajjaj, Dar Al-ahiya al-Turat al-Arabi, Beirut, (1392), V:12, P:206

(52) النیسابوری، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح المسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، دار الجیل، بیروت، 1334

Al-Nisābūrī, Abu al-Hussain Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qashirī, Ṣaḥīḥ al- Muslim, Kitab al-Fadayl, Chapter Min Fadayl E Abi Bakr al-Siddique, Dār al-Jīl, Beirut, (1334)

(53) الکاسانی، علاءالدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، 1406ھ، ج1، ص:97

Al-Kasanī, Alā-ud-Din, Abu Bakr bin Masoud bin Aḥmad, Bada‘i’al- Sana‘i’ Fi Tarteeb Al-Shareh, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirut, (1406), V:1, P:97

(54) الغزالی، ابو حامد، محمد بن محمد بن محمد، حجۃ الاسلام، المستصفی فی علم الاصول، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1413ھ، ص:286

Al-Ghazalī, Abu Hamid, Muḥammad bin Muḥammad bin Muḥammad, Ḥujjat al-Islam, al-Muṣtaṣfā fi ilm al-Usūl, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirut, (1413), P:286

(55) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب لقد جاءکم رسول من انفسکم

Bukhārī, kitab al-Tafsīr, Bab Laqad jaakum Rasul min anfusikum.

(56) ملا علی قاری، نور الدین ملا علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1422ھ، ج 3، ص:973

Mullah Ali Qārī, Nūr al-Din Mullah Ali bin Sultān Muḥammad, Marqāt al-Mufātīḥ, Dar al-Fikr, Beirut, (1422), V:3, P:973

(57) طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، س۔ن، ج1، ص:393

Tabrānī, Abu al-Qasim Sulaiman ibn Aḥmad, Al-Mu'jam al-Kabīr, Maktaba Ibn Taymiyyah, Qahira, S.N., V:1, P:393

(58) ابن قدامہ، عبداللہ بن محمد بن قدامہ، الکافی فی فقہ الامام احمد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1414ھ، ج1، ص:177

Ibn Qudāmah, Abdullah bin Muḥammad bin Qudāmah, Al-Kāfī fi fiqh Al-Imam Aḥmad, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirut, (1414), V:1, P:177

(59) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

Bukhārī, Kitāb al-Aiteṣām bi al-Sunnah, Bab Al-Iqteda Bi Sunan Rasul Allah.

(60) بدائع الصنائع، ج7، ص:119

Bada‘i’al-Sana‘i’, V:7, P:119

(61)　السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریہ، بیروت، س-ن، کتاب الخراج، ج3، ص:159

Al-Sajistanī, Abu Dawood Sulaimān bin Al-Asha'ath, Sunan Abi Dawūd, Al-Maktaba Al-Aṣriyya, Beirut, S.N., V:3, P:159

(62)　بدائع الصنائع، ج7، ص:86

Bada'i'al-Sana'i', V:7, P:86

(63)　المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، داراحیاالتراث العربی، بیروت، س-ن، ج2، ص:370

Al-Marghinanī, Ali bin Abi Bakr bin Abdul Jalīl, Al-Hidāyah fī Sharḥ Badayat al-Mubatdi, Dar Al-aḥiyā al-Turat al-Arabi, Beirut, S.N., V:2, P:370

(64)　محمد بن ابراہیم بن المنذر، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف، دار طیبہ، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، 1405ھ، ج4، ص:56

Muḥammad Ibn Ibrahim Ibn Al-Mundir, Al-Awsat Fi Sunan Wal-IJama Wal Akhatilaf, Dar- Al-Taiba, Al-Riyadh, (1405), V:4, P:56

(65)　العینی، بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری، داراحیاالتراث العربی، س-ن، ج6، ص:211

Al-Ainī, Badr al-Din Abu Muḥammad Mahmud bin Aḥmad, Umdat al- Qārī, Dar Al-aḥiyā al-Turāth al-Arabi, S.N., V:6, P:211